مولانا ظفر دارک قاسمی

سیرت نبوی کی معنویت عصر حاضر کے تناظر میں

آج پوری دنیا میں بدامنی اور خلفشار برپا ہے جس سے معاشرے کا سکون غارت ہورہا ہے اس واحد وجہ یہ ہے کہ ہمارا واسطہ تعلیمات نبوی سے منقطع ہو چکا ہے۔ جب تک ہم اپنے معاشرے کی کردار سازی اور قول وعمل میں اخلاص پیدا نہیں کریں گے اس وقت تک اسی طرح ظلم و عدوان اور جورستم کے شکار رہیں گے۔ کیونکہ قرآن میں بجا طور پر ہمیں اس کا حکم دیا ہے:

"فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے ہراس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے" (الاحزاب،۳۳:۲۱)

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانی معاشرے کے ان پہلوؤں اور مسائل پر روشنی ڈالی جائے جن کے بارے میں اسلام کی نہایت غلط تعبیر کی جارہی ہے اور فی زمانہ یہ موضوعات پوری دنیا میں زیرغور ہیں۔ اسلام چودہ صدیاں قبل بنی نوع انسان کو رشد و ہدایت دینے کے لیے آیا اور حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا لیکن آج بھی آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ تمام دنیا کے لیے ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ انفرادی و اجتماعی سطح پر انسانی زندگی کے ہر پہلو میں کئی گنا تبدیلی آنے کے باوجود آپ ﷺ کے سوا کسی اور شخصیت کی زندگی نمونہ حیات ہے نہ اسلام کے سوا کوئی مذہب کامل رہنمائی فرتا ہے اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اور یہ سوال اس لیے نہیں کہ ہم بحیثیت مسلمان خود کو مطمئن کرسکیں بلکہ اس لیے بھی کہ اغیار کو اسلام کی عظمت کا قائل کیا جاسکے۔ آج ہماری زندگی کا سیاسی، عمرانی، نفسیاتی، مذہبی، یا اقتصادی پہلو ہو ان تمام تبدیلیوں کے باوجود انسانیت آج بھی اسلام سے ہی ہدایت اور رہنمائی حاصل کررہی ہے۔ اس کے لیے ہمیں اُس دور اور معاشرے کا مطالعہ کرنا ہوگا جس میں آپ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ اسلام سے قبل خطہ عرب میں ہر سو ظلم و بربریت کا دور دورہ تھا۔ قبائلی

* ریسرچ اسکالر، شعبہ دینیات، اے ایم یو، علی گڑھ، ہندوستان

عداوتیں اپنے عروج پر تھیں، اخلاق و مروت کا نام ونشان تک نہ تھا، انسانی حقوق اور تکریم کا تصور بھی نہ تھا یہاں تک کہ خواتین کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، معاشرے میں سچائی و رحم دلی اور علم کا نام ونشان بھی نہیں تھا، قوت حافظہ پر فخر کیا جاتا تھا، صرف خاندانی تفاخر اور نسلی تعصب کو ترجیح دی جاتی تھی۔ بے حیائی اس قدر عام تھی کہ خانہ کعبہ کا طواف بھی عریاں حالت میں کیا جاتا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب دیگر تمام ترقی یافتہ تہذیبیں دم توڑ چکی تھیں، جیسے مصری تہذیب اپنی تمام تر ترقی کے باوجود روبہ زوال تھی اسی طرح یونانی، ایرانی اور ہندی تہذیبیں تھیں جو معاشرے میں اثر و رسوخ نہیں رکھتی تھیں۔

بنابریں رب کائنات نے بنی نوع انسان پر احسان فرمایا اور اپنے حبیب مکرم نبی آخر الزماں ﷺ کو رحمۃ اللعالمین ﷺ بنا کر بھیجا۔

تعلیمات نبوی کا اجتماعی خاکہ:

چنانچہ آپ ﷺ نے دنیا کو برابری، عدل وانصاف، قومی یکجہتی، تہذیب وتمدن، اخلاق حسنہ معاشی، سیاسی، معاشرتی، آزادی، سخاوت اور تحمل و رواداری کا درس دیا۔ آپ ﷺ نے تعلیمی انقلاب کی داغ بیل ڈالی اور معاشرتی مساوات بھائی چارگی اور انسانی تکریم کے زیور سے مزین کیا تصور کیجیے جس معاشرے میں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ آپ ﷺ نے دنیا کو پہلی وحی سے ہی ایک رب کی پرستش کی تعلیم دی اور انہیں علم کی طرف راغب کیا۔ لوگوں کو لکھنے کی تعلیم دی اور انہیں Embryology سے متعلقہ مضامین سکھائے۔ گویا آپ ﷺ کا پہلا پیغام علم دیکر نوع انسانی کو شعور عطا فرمایا گیا اور اُسے تکریم انسانیت کی تعلیم دیکر فہم و شعور، غور تفکر، عقل و توزن کے انمول جواہر سے سرفراز فرمایا۔

''اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی''۔ (بنی اسرائیل، ۱۷:۷۰)

پھر آپ ﷺ نے مساوات اور اخوت و بھائی چارے کی فضا قائم کی، جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے:

''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا''۔ (الحجرات، ۴۹:۱۳)

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش کی ابتدا ایک جان سے کی''۔ (النسا، ۴:۱)

آپ ﷺ نے معاشرتی وسماجی انصاف کا درس دیا:

''فرمادیجئے: میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے'' (الاعراف، ۷:۲۹)

آپ ﷺ نے آزادی کا تصور دیا: ''دین میں کوئی زبردستی نہیں''۔ (البقرۃ،۲:۲۵۶)
یہ تو تھا اسلامی تعلیمات کا مجموعی خاکہ اب اسکے چند اہم گوشوں پر روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کا تصور امن:

پوری دنیا بالخصوص عرب معاشرہ تشدد ظلم و وحشت اور سفاکی سے بھرا ہوا معاشرہ تھا، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو امن و سلامتی عام کرنے پر زور دیا: اور فرمایا:

''سلام کو رواج دو سلامتی میں رہو گے'' (مسند احمد بن حنبل)

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے امن و سلامتی، اخوت و محبت اور بھائی چارگی کو اپنانے پر زور دیا۔ اور سلام کو عام کرنے پر زور دیا اور انہیں یہ نوید دی کہ اس طرح تم بھی دائرۂ امن میں آجاؤ گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تمہارا ایمان کامل نہیں ہوگا جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ اسے کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ'' (سنن ابی داؤد کتاب الادب)

حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی ایک دوسرے مقام پر مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم اس وقت جنت میں داخل نہیں ہوگے جب تک اسلام نہ لاؤ اور تم اس وقت اسلام نہ لاؤ گے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔

(لوگو!) سلام کو عام کرو تم باہم محبت کرنے لگو گے۔ اور بغض سے بچو کیونکہ یہ کاٹنے والا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ تمہاری گردنیں کاٹے گا بلکہ یہ تمہارا دین کاٹے گا''۔ (الادب المفرد)

ان احادیث میں اور دیگر کئی مواقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے اُس معاشرے کو امن و سلامتی عام کرنے کا حکم فرمایا جہاں جنگ و جدل انسانی گھٹی میں رچی بسی تھی۔ گویا آپ ﷺ کلی طور پر ایک پر امن، محفوظ، صالح معاشرے کا قیام چاہتے تھے جہاں کسی کی جان مال، آبرو غیر محفوظ نہ ہو۔ ذرا غور فرمایے کہ ان اقوال رسول ﷺ میں مسلمانوں کو باہمی تعلق ملاپ کا ایک واضح اور صاف ستھرا راستہ بتایا گیا۔

جب کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان یہودیوں

کے ساتھ بھی نرمی اختیار کرنے کا حکم فرمایا جو آپ ﷺ کو بددعا دے رہے تھے۔

''حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ کچھ یہودی آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: تمہارے اوپر موت ہو۔حضرت عائشہ نے جواباً کہا: تمہارے اوپر بھی ہو اور اللہ تم پر لعنت کرے اور تم پر اللہ کا غضب ہو۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! جانے دو، کج خلقی اور بدگوئی سے بچو''۔(صحیح بخاری)

بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر آپ ﷺ نے یثرب سے آئے ہوئے بارہ رکنی وفد سے جو تعلیمات ارشاد فرمائیں وہ صالح معاشرہ، امن وامان، پیار و وفا، خلوص وللّٰہیت، جذبہ خیر سگالی، قومی یکجہتی اخوت ومحبت، مساوات اور نیکی جیسے اہم امور کی طرف نوع انسانی کی رہنمائی کرتی ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ گے۔ ۲- کبھی چوری نہیں کرو گے۔

۳- کبھی بدکاری نہیں کرو گے ۴- کبھی اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور نہیں کرو گے۔

۵- کسی پر بہتان نہیں باندھو گے۔

۶- جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں اگر وہ اچھا ہے تو اس کی پیروی کرو گے۔

اگر ہم مذکورہ تعلیمات پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مکہ کی دشمنی کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ اپنے اوپر ہونے والے مظالم ومصائب کا بدلہ لینے کا کوئی اشارہ دیا بلکہ آپ ﷺ نے ان کی اخلاقی، معاشرتی وسماجی اصلاح پر زور دیا اور انھیں تکریم انسانیت کی تعلیم سے آراستہ کیا۔ یہ تعلیمات کا پہلا پیکج تھا جو یثرب سے آئے ہوئے پہلے وفد کو دیا گیا۔ بعد ازاں اس وفد نے یہ تعلیمات پھیلانا شروع کیں۔

جب آپ ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما کر گئے تو اہل مدینہ کے دلوں میں آپ ﷺ کے لیے محبت کا سمندر موجزن تھا کیونکہ آپ ﷺ نے انہیں ان برائیوں سے نجات دلائی جو صدیوں سے ان کے اندر موجود تھیں۔ یہاں آپ ﷺ نے درج ذیل تعلیمات پر مشتمل پہلا خطبہ دیا:

۱- اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تمہارے اعمال کی اصلاح ہو سکے۔

۲- ہمیشہ ذہن نشین رکھو کہ تمہیں روز محشر اُس خدائے وحدہ لاشریک کے حضور اپنے اعمال پر جواب دہ ہونا ہے۔۳- صدقہ وخیرات کی کثرت کرو۔ ۴- اپنے رویہ اور باتوں میں ہمیشہ نرمی اور رحم دلی اختیار کرو اور اپنے دل کو سخت اور ظالم نہ ہونے دیں۔ ۵-نفرت کی بجائے ایک دوسرے سے محبت کریں۔۶- اپنے نفس، دل اور ذہن کے شرانگیز پہلو سے پناہ مانگیں۔

۷- قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کریں۔ ۸- ہمیشہ اپنے وعدوں کی پاس داری کریں۔

مذکورہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ آپ ﷺ ایک کامیاب و کامران ،تعمیری وفلاحی معاشرے کا خواہاں تھے جس کی بنیاد غریب پروری اور احسان پر ہو۔ جہاں لوگ امن و آشتی اور صلح پسندی کے ساتھ رہیں، جہاں باہم پر حقوق محفوظ ہوں، کسی کی حق تلفی نہ ہو یہ تعلیمات آج کے روشن خیال رہنماؤں سے سوال کر رہی ہیں جو جہاد کے نام پر امت کے نوجوانوں اور پوری دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ نیز یہ تعلیمات مغربی دنیا کے نام نہاد حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہیں جو اسلام کو تشدد، دہشت گردی اور انتہا پسندی سے تعبیر کرتے ہیں۔

آمد مدینہ اور اقدامات نبوی ﷺ:

حضور نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ آمد کے بعد درج ذیل اقدامات کو تمام امور پر ترجیح دی۔ جو امن و امان بھلائی ،خیر خواہی سکون و اطمینان کا پیش خیمہ ہیں۔

۱- آپ ﷺ نے اہل مدینہ سے خطاب فرماتے ہوئے باہمی محبت و یگانگت کے فروغ اور لوگوں کو اپنے قول و فعل اور رویے میں نرمی اور رحم دلی اختیار کرنے کا حکم دیا۔

۲- اس کے بعد آپ ﷺ نے جو پہلا کام کیا وہ مواخات کا تھا، جس کے ذریعے آپ ﷺ محبت، اخوت اور امن کی بنیاد پر سماجی استحکام چاہتے تھے۔

۳- مواخات کے بعد جو کام آپ ﷺ نے کیا وہ مدینہ کے یہود اور دوسرے غیر مسلم قبائل کے ساتھ سیاسی معاہدۂ امن تھا، جس کے ذریعہ آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کو آئین دیا جو کہ دنیا کا پہلا تحریری دستور ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی، سماجی معاشرتی اخلاقی روحانی ، معاشی مذہبی ،تہذیبی تمدنی ،اور دیگر فلاحی شعبوں پر محیط ہے۔

تاریخ عالم میں آئین سازی:

اگر ہم دنیا کی آئینی تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس سے بھی دستور مدینہ کی اہمیت وافادیت دو چند ہو جاتی ہے۔

برطانیہ میں آئینی تاریخ کا آغاز ۱۲۱۵ء میں میگنا کارٹا کی صورت میں ہوا جس میں محدود سطح پر حقوق دیے گیے بعد ازاں Bill of Rights آیا جس کے بعد ۱۷۰۰ء میں Act of Settlement پاس ہوا۔اسی طرح امریکہ کی آئینی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۷۶ء میں Declaration of Indpendence بنا۔ پھر ستمبر ۱۷۸۷ء میں Philadelphia Convention میں امریکہ کا پہلا آئین وجود میں آیا۔ اس دوران آئینی طور پر غلامی برقرار رہی۔

۱۸۶۸ء میں تیرھویں اور چودھوں ترمیم کے ذریعہ بنیادی انسانی حقوق کو آئین کا حصہ بنایا گیا۔ ۱۹۲۰ء میں انیسویں ترمیم کے ذریعہ عورت کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔ یہی حالات آسٹریلوی، فرانسیسی اور جرمن سیاسی نظاموں اور آئین کے ہیں۔اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ہے مذکورہ آئین پورے طور پر انسانیت کی رہنمائی کرسے سے قاصر ہیں مگر حضور ﷺ نے دنیا کو پہلی ہجری میں جو دستور دیا وہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر مکمل و مدلل رہنمائی فرماتا ہے۔

تاریخ اسلام میں آئین سازی:

اس ضمن میں ہم اسلامی آئین سازی کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے کہ مغربی دنیا میں تمام حقوق کو آئینی تحفظ پچھلے ڈیڑھ دوسوسال کے عرصے کے دوران حاصل ہوا جب کہ اسلامی تاریخ میں حضرت محمد ﷺ نے چودہ صدیاں قبل ۵۵ شقوں پر مشتمل دنیا کا پہلا تحریری دستور دیا۔ اس آئین کے ذریعے آپ ﷺ نے تمام قوموں اور قبائل، مسلم، یہودی یا عیسائی وغیرہ ان تمام کو ایک قوم قرار دیا۔ آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کا بنیادی ڈھانچہ تشکیل دیا۔ Devolution کے ذریعہ حکومت کو وفاقی، صوبائی اور لوکل سطحوں پر قائم کیا۔ اُس دور میں پہلی آئینی اسمبلی قائم ہوئی اور قوموں کو عدل وانصاف کا تصور اس زمانے میں دیا جب بادشاہ کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ قانون کا درجہ رکھتا تھا اور پوری دنیا تہذیب اور انسانی حقوق وقانونی دستور کے تصور سے ناآشنا تھی۔ مقامی وقومی خاندانی رسوم و روایات کو آئینی تحفظ دیا گیا۔ تمام مذاہب کے پیروکاروں کو مذہبی آزادی دی گئی اور دہشت گردی کی تمام راہیں قانونی طور پر ختم کردی گئی۔ آئین مدینہ کی دفعہ نمبر ۱۶ کے ذریعے دہشت گردی اور انتہاپسندی کے خلاف اجتماعی ردعمل کا اظہار قرار دیا گیا اور مدینہ کی حدود کے اندر قتال، دہشت گردی اور ظلم کو جرم عظیم قرار دیا گیا۔

ان تمام تصریحات کے بعد جب ہم اپنے اردگرد نظر دوڑاتے ہیں تو نہایت کربناک منظر دکھائی دیتا ہے کہ چند لوگوں اور گروپوں نے اسلامی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جارہا ہے جس سے تعلیمات نبوی کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

مغرب اور آزادئ نسواں:

برطانیہ میں عورت کے حق رائے دہی کے لیے جدوجہد کا آغاز ہی ۱۸۹۷ء میں Millicent Fawcett نے National Union of Womens Sufferage کے قیام سے کیا یہ تحریک اس وقت زیادہ زور پکڑ گئی جب ۱۹۰۳ء میں Emmeline Pankhurst نے Woman's social and Political Union بنائی اور یہ یونین بعد میں Suffragettes کے نام سے مشہور ہوئی۔

برطانیہ کے House of Commons نے ۱۹۱۸ء میں ۵۵ کے مقابلہ میں ۳۸۵ ووٹوں کی اکثریت سے Representation of people Act پاس کیا جس کے مطابق ۳۰ سال سے زائد عمر کی خواتین کو ووٹ ڈالنے کا حق دیا گیا۔ اگر چہ یہ خواتین کے حق رائے دہی کے اعتراف کا نقطہ آغاز تھا مگر ابھی عورتوں کو مردوں کے برابر مقام نہیں دیا گیا تھا کیونکہ عام مردوں کیلئے حق رائے دہی کی اہلیت ۲۱ سال اور مسلح افواج کیلئے ۱۹ سال تھی۔

امریکہ میں ۴/جولائی ۱۷۷۶ کا اعلان آزادی (the Declaration of Indepedence) جدید جمہوری معاشرے کے قیام کی بنیاد سمجھا جاتا ہے مگر اس میں بھی عورت کو بنیادی انسانی حقوق کے قابل نہیں سمجھا گیا Richard N.Current کے مطابق نوآبادیاتی معاشرے کی عورت ہر طرح کے حق سے محروم تھی۔

اسی طرح جب جیفرسن (Jefferson) نے اعلان آزادی میں The People کا لفظ استعمال کیا تو اس سے مراد صرف سفید فام آزاد مرد تھے۔ اور آج دوصدیوں بعد بھی امریکہ میں عورت مساوی آزادی و مساوات کے لیے کوشاں ہے۔ کیونکہ اس ڈیکلیریشن میں Men یا him کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، Woman کے نہیں۔

جان بلم کے الفاظ میں ''پرانے امریکی مرد خواتین کو اپنے مساوی نہیں تسلیم کریں گے''

یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۸ء میں SenecFalls میں ہونے والے تاریخی NewYork Woman's Right Convention کے لیے Declaration of Sentiments لکھتے ہوئے Elizabeth Cady Stanton نے اس بات پر زور دیا کہ اعلان آزادی میں عورت کے نجی عمومی مطالبے بھی شامل کیے جائیں۔

انیسویں صدی میں امریکہ کی عورتوں کو حقوق کی علم برداری SusanBAnthony کو ۱۸۷۲ء میں صدراتی الیکشن میں ووٹ ڈالنے پر گرفتار کرلیا گیا اور ایک سو ڈالر کا جرمانہ بھگتنا پڑا کیونکہ اسے قانونی طور پر حق رائے دہی حاصل نہیں تھا۔

Susan B Anthony نے امریکی آئین کے دیباچہ کے درج ذیل مندرجات کی روشنی میں یہ موقف اختیار کیا کہ آئین کی رو سے عورت بھی ایک فرد ہے جسے تمام آئینی حقوق حاصل ہونے چاہیں: ہم متحدہ ریاستوں کے عوام ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے آئین کی تشکیل اور نفاذ کرنے تاکہ زیادہ مکمل یونین تشکیل دی جاسکے، انصاف قائم ہو داخلی امن واستحکام یقینی بنایا جائے، مشترکہ دفاع مہیا ہو فلاح عام کا فرغ ہو اور اپنے لیے اور آنے والی نسلوں کے لیے آزادی کی نعمت کا تحفظ کیا جائے۔

۴/جون ۱۹۱۹ء کو امریکی کانگریس اور سینٹ نے امریکی آئین کا ۱۹واں ترمیمی بل منظور کیا جس میں یہ

قرار پایا: ''آرٹیکل ۱۹: کوئی ریاست یا متحدہ ریاستیں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے شہریوں کا حق رائے دہی جنس کی بنیاد پر ختم نہیں کریں گی۔''

گویا امریکہ میں خواتین کو ۱۹۲۰ء تک رائے دہی کا حق حاصل نہ تھا جب انیسویں آئینی ترمیم منظور ہوئی جس کے تحت یہ حق دیا گیا۔

اسی طرح فرانس میں ۱۹۴۴ء میں عورتوں کو حق رائے دہی دیا گیا۔

آسٹریلیا میں ملک گیر سطح پر خواتین کو رائے دہی کا حق ۱۹۲۶ء میں دیا گیا۔ جبکہ آسٹریلوی پارلیمنٹ کے انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے والی پہلی خاتون Edith Cowan تھی جو مغربی آسٹریلیا کی قانون ساز اسمبلی کی ۱۹۲۱ء میں رکن منتخب ہوئی۔

یہی حال دیگر مغربی ممالک کا ہے جہاں پچھلی ایک ڈیڑھ صدی میں عورت کو قانونی شخص تسلیم کیا گیا اور پچاس سو سال قبل اسے حق رائے دہی دیا گیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مغرب میں تحفظ عورت کا نظریہ عرصہ دراز تک التوا میں پڑا رہا اس کے باوجود بھی اسلام کی آزادی اور عصمت النساء پر کیچڑ اچھالتے ہیں جو آزادی عورتوں کو اب جا کر حاصل ہوئی ہے وہ اسلام نے پہلی ہجری میں ہی عطا کر دی تھی نیز اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ اسلام نے آج سے ۱۴ سو سال قبل ہی ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے انسانوں کے حقوق نہ صرف واضح فرمادیے بلکہ ان حقوق کی ادائیگی کی تاکید بھی کی۔ انہی انسانی حقوق میں سے اسلام نے عورتوں کے حقوق کی بھی حفاظت کی اور اپنی تعلیمات میں انہیں واضح انداز میں بیان بھی کیا۔

اسلام اور آزادئ نسواں:

اسلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل عورت کو مساوی حقوق دیے نسلی امتیاز ختم کرتے ہوئے، حق رائے دہی اور عورت کو انفرادی و اجتماعی حقوق دیکر۔ ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے عائلی حقوق کا ذمہ دار بنایا اس طرح ازدواجی، معاشی و سیاسی اور قانونی حقوق بھی مرحمت فرمائے۔

حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے وقت مرد و عورت نے یکساں طور پر حق رائے دہی استعمال کیا نیز خواتین کی سیاسی مشیر کے طور پر تقرری کی گئی۔ اور مختلف انتظامی ذمہ داریوں پر اس کی تعیناتی کی گئی۔ عورت کو دفاعی ذمہ داریوں میں نمائندگی دی گئی۔ ملٹری آفیسرز کے طور پر ذمہ داریاں دی گئیں۔

عورت کی دی ہوئی امان کو مرد کی امان کے برابر قرار دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''عورت پوری قوم کیلئے امان دے سکتی ہے یعنی مسلمانوں کی طرف سے امان دے سکتی ہے'' (جامع ترمذی)

عورت کی امان کا صحیح ہونا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں ایک عام بات تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:

''اگر کوئی عورت (مسلمانوں کی مصلحت کے خلاف بھی) کسی کو امان دے دے تو جائز ہے'' (سنن ابی داؤد)

اسی طرح اسلامی معاشرے میں عورت کو پارلیمنٹ میں بھی نمائندگی دی گئی ایک موقع پر جب حضرت عمر فاروقؓ نے مجلس شوریٰ سے عورتوں کے مہر کے مقدار متعین کرنے پر رائے لی تو مجلس شوریٰ میں موجود ایک عورت نے کہا آپ کو اس کا حق اور اختیار نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم ناحق الزام اور صریح گناہ کے ذریعے وہ مال (واپس) لینا چاہتے ہو'' (النسا،۴:۲۰)

اس پر حضرت عمرؓ نے اپنی تجویز واپس لے لی اور فرمایا:

''عورت نے صحیح بات کی اور مرد نے غلطی'' (شوکانی، نیل الاوطار)

یہ عورت کو اسلام کی عطا کردہ عزت اور تکریم ہی تھی جس سے وہ معاشرے کا ایک موثر اور باوقار حصہ بن گئی اور اس نے زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سیاسی و انتظامی اور سفارتی کردار کے علاوہ تعلیم وفن کے میدان میں بھی عورتیں نمایاں مقام کی حامل تھیں روایت حدیث، قرآن وکتابت شعر و ادب اور دیگر علوم وفنون میں بھی بے شمار خواتین مہارت اور سند کا درجہ رکھتی تھیں۔ یہ ہے سیرت نبوی کا وہ پہلو جسے اغیار نے آج تک دبا کر رکھا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ حضور ﷺ کی ان تعلیمات کو اجاگر کریں جن پر معاندین اعتراضات واتہام کی یورش کرتے ہیں۔ تبھی جا کر صالح و صحت مند معاشرے کا وجود ممکن ہے

☆ ☆ ☆